الحمد لله رب العالمين وأشهد ألا اله الا الله وأشهد أن محمداعبده ورسوله المبعوث رحمة للعالمين وبعد :

يقول الإمام ابن القيم رحمه الله : السنة مع القرآن ثلاثة أوجه (ا) أن تكون موافقة له (٢) أن تكون تفسيرا وبيانا (٣) أن تكون متضمنة لأحكام سكت عنها الكتاب .(اعلام الموقعين ٢/ ٣٠٨)

سنت کی قرآن کے ساتھ تین شکلیں ہیں (۱) قرآن کے موافق ہو۔ (۲) قرآن کی تفسیر و بیان ہو۔ (۳) یا ایسے احکام پر مشتمل ہو جن کے تعلق سے قرآن خاموش ہو۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے بڑے جامع انداز میں قرآن کے ساتھ سنت کی تین اہم اقسام بیان کی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان تینوں اقسام میں ساری قسمیں داخل ہو جاتی ہیں، امام موصوف کی بیان کردہ دوسری شکل میں، قرآن کی تفسیر، مجمل کا بیان، مطلق کی تقیید اسی طرح عموم کی تخصیص یہ چار قسمیں ہیں لیکن یہ سب اسی ایک قسم میں داخل ہیں، البتہ اس مضمون میں ہر قسم کو سہولیت اور افادہ عامہ کی خاطر مثالوں کے ذریعہ الگ الگ بیان کیا گیا ہے تاکہ آسانی کے ساتھ بات سمجھ میں آجائے۔

پہلی قسم: قرآن کریم کے موافق اور اس کی تاکید ہو اس کی بے شمار مثالیں ہیں، اسلام وایمان کے ارکان، جنت وجہنم کا بیان، اللہ کی توحید الوہیت وربوبیت اور توحید اسماء وصفات، آخرت کے مراحل، قیامت کا بیان، عقائد وایمانیات، عبادات ومعاملات، حسن اخلاق، برے اخلاق وعادات سے اجتناب، سابقہ اقوام وملل کا ذکر وغیرہ سب اسی قبیل سے ہے۔

دوسری قسم: قرآن میں وارد لفظ کی تفسیر اور اس کی وضاحت ہو، آپ ﷺ اللہ عزوجل کے بعد سب سے زیادہ قرآن کریم کے معانی ومطالب کے جاننے والے تھے، قرآن وسنت میں اس قسم کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔

پہلی مثال اللہ کا ارشاد ہے: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُواْ الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس:۲٦) یعنی: ''جنہوں نے اچھے اعمال کئے ان کیلئے حسنی (جنت ہے) اور زیادہ بھی ہے''۔

دوسری مثال: اللہ کا فرمان ہے ﴿لَهُم مَّا يَشَاؤُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾ (ق:۳۵) یعنی: ''وہ جو چاہیں گے وہ ملے گا اور ہمارے پاس کچھ مزید بھی ہے''

احادیث میں دونوں آیتوں میں وارد لفظ زیادہ اور مزید کی تفسیر قیامت کے دن ہر جنتی کا اللہ کے دیدار سے کی گئی ہے، اللہ تعالی کے دیدار سے مشرف ہونا جنت کی نعمتوں پر مزید اضافہ اور اللہ کی طرف سے مزید احسان اور فضل ہے۔

صحیح مسلم میں صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **(اذا دخل أهل الجنة الجنة قال ، يقول الله تعالى تريدون شيئا أزيدكم ؟ قالوا : ألم تبيض وجوهنا ، ألم تدخلنا الجنة ، وتنجنا من النار ، قال فيكشف الحجاب فما أعطوا شيئا أحب اليهم من النظر الى ربهم عزوجل وهي الزيادة ثم تلا الآية لِّلَّذِينَ أَحْسَنُواْ الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ)**

یعنی: ''جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ ان سے فرمائے گا تم سب کو مزید کچھ اور چاہئے؟ جنتی کہیں گے کیا تو نے ہمارے چہروں کو تروتازہ نہیں کیا، کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل نہیں کیا (اب اور کیا چاہئے) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی (اپنے چہرے سے) پردہ ہٹا دے گا، تو انہیں رب کے دیدار سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہیں دی گئی۔ اور یہی زیادہ ہے پھر آپ نے مذکورۃ آیۃ کی تلاوت کی''۔

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جنتی اللہ کے دیدار سے مشرف ہوگا، کسی بھی حدیث میں یہ نہیں کہا گیا اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے کہ اعلی درجے کے جو جنتی ہوں گے وہی اللہ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور جو نیچے درجے کے جنتی ہوں گے انہیں اللہ کا دیدار نصیب نہیں ہوگا، صدیاں بیت گئیں سلف میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کہی، آج پندرہویں صدی ہجری کے وسط میں اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو اس کا قول باطل، قرآن وحدیث اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہے۔ اللہ کا فضل اتنا وسیع ہے کہ جب جنت نہیں بھرے گی تو اللہ تعالی نئے لوگوں کو پیدا کرکے اپنے فضل وکرم سے ان کو جنت میں داخل کرے گا،

انہوں نے کوئی نیکی نہیں کی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ فضل کرتے ہوئے ان سب کو جنت میں داخل کردے گا تو جو اللہ کے فضل سے اپنے نیک اعمال کے سبب جنت کے مستحق ٹھہرے وہ اللہ کے اس فضل اور خصوصی عنایت سے کیسے محروم ہوجائیں گے۔ایسی بات کرنا لاعلمی اور شریعت وعقیدہ سے جہالت کی غماز ہے۔

تیسری مثال: اللہ کا ارشاد ہے﴿الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُواْ إِيْمَانَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَـئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾(الأنعام : ٨٢)

یعنی:''جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک سے پاک رکھا ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں''۔

اس آیۃ میں ظلم سے مراد اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیۃ نازل ہوئی تو صحابہ کرام پر شاق گزری وہ نبی ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کرنے لگے' ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد وہ ظلم نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ اس سے مراد شرک ہے کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کی وصیت نہیں سنی ﴿يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾(لقمان:١٣) یعنی:'' اے میرے برخوردار اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا شرک ظلم عظیم ہے''۔(صحیح بخاری)

چوتھی مثال: اللہ کا ارشاد ہے﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ الأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُواْ مِنَ الصَّلاَةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُواْ لَكُمْ عَدُوّاً مُّبِيْناً﴾ (النساء : ١٠١)

یعنی:''جب تم سفر میں جارہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے' یقیناً کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں''۔

اس آیت میں خوف کی صورت میں حالت سفر میں نماز قصر کو جائز قرار دیا گیا ہے' اگر دشمن کا خوف نہ ہو تو گویا قصر جائز نہیں ہے جبکہ حدیث میں اس طرح کی کوئی قید نہیں' لہذا دشمن کا خوف ہو یا نہ ہو حالت سفر میں نماز قصر کرنا یہی نبی اکرم ﷺ کی سنت اور امت کا اس پر اجماع وعمل ہے' قرآن کا ظاہری مفہوم مراد نہیں ہے' اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے(صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته)(مسلم)یعنی:''اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہذا اس کے صدقہ کو قبول کرو''۔مطلب یہ اللہ کی طرف سے آسانی ہے اس آسانی کو قبول کرو۔

پانچویں مثال: اللہ کا ارشاد ہے﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾(البقرة :١٥٨)یعنی:''صفاء اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے''۔

صفاء ومروہ کی سعی حج وعمرہ کا رکن ہے اس کے بغیر نہ حج ہوگا نہ عمرہ' لیکن قرآن کے ظاہری مفہوم سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید صفاء ومروہ کی سعی ضروری نہیں ہے کچھ انصار صحابہ کرام کے ذہن میں اسی طرح کی بات آئی' عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا تو فرمایا اگر یہ مطلب ہوتا تو اللہ یہ فرماتا:(فلا جناح عليه أن لا يطوف بهما)' یعنی جو ان دونوں کا طواف نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے' پھر اس کا شان نزول بیان کیا کہ انصار قبول اسلام سے قبل مناۃ بت کے نام کا تلبیہ پکارتے تھے اور مشلل پہاڑی پر اس کی عبادت کرتے تھے اور مکہ پہونچ کر صفاء ومروہ کی سعی کو گناہ سمجھتے تھے' مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری جس میں یہ کہا گیا ہے کہ صفا ومردہ کے درمیان سعی گناہ نہیں ہے۔(صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ آیت میں انصار صحابہ کے گمان کی نفی کی گئی ہے' صفا ومروہ کی سعی کا حکم نہیں بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سعی کو بھی طواف کہہ سکتے ہیں' طواف کا مطلب ہے چکر لگانا' خانہ کعبہ کی طرح صفاء ومروہ کا بھی چکر ہی لگایا جاتا ہے۔

چھٹی مثال: اللہ کا ارشاد ہے﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِيْ كِتَابِ اللّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾(التوبۃ:٣٦)

یعنی:''بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ ہے اسی دن سے جب سے آسمان اور زمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں''۔

حرمت والے چاروں مہینے کون کون سے ہیں قرآن میں کہیں ان کا بیان نہیں ہوا ہے نہ وضاحت کے ساتھ نہ اشارے میں، نبی اکرم ﷺ نے ان مہینوں کی تعیین فرمائی ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (**ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السماوات والأرض منھا السنة اثنا عشرا شھرا منھا أربعة حرم ثلاثة متوالیات ذو القعدة وذو الحجة ومحرم ورجب مضر بین جمادی وشعبان**)

یعنی: ''زمانہ گھوم گھما کر پھر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق فرمائی، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، جن میں چار حرمت والے ہیں تین لگا تار آتے ہیں، ذوالقعدۃ، ذوالحجہ اور محرم، اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادی الآخری اور شعبان کے درمیان آتا ہے''۔

زمانہ گھوم پھر کر اپنی پرانی حالت پر آ گیا ہے کا مطلب ہے کہ مشرکین عرب حرمت والے مہینوں میں جو تقدیم وتاخیر اور ادل بدل کرتے تھے جسے نسیء کہا جاتا ہے اب اس کا خاتمہ ہو گیا ہے اب مہینوں کی ترتیب اسی طرح رہے گی جس طرح اللہ نے ان کی تخلیق کی ہے ان میں تقدیم وتاخیر نہیں کی جائے گی۔

ساتویں مثال: اللہ کا ارشاد ہے: ﴿**هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ**﴾ (سورۃ الأنعام: ۱۵۸)

یعنی: ''کیا یہ لوگ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا ان کے پاس آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی طرف سے کوئی (بڑی) نشانی آئے، جس روز آپ کے رب کی طرف سے (بڑی) نشانی آجائے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو گا یا اس نے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہ کیا ہو گا، آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔''

وہ بڑی نشانیاں جن کے آجانے کے بعد کسی کا ایمان قبول نہیں ہو گا ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، اللہ کی وحی کی دوسری قسم حدیث میں ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (**ثلاث اذا خرجن لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن آمنت من قبل أو کسبت فی ایمانھا خیرا طلوع الشمس من مغربھا، الدجال، ودابة الأرض**) (صحیح مسلم)

یعنی: ''جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو گا یا ایمان کی حالت میں نیک عمل نہ کیا ہو گا اس وقت ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا، سورج کا مغرب سے طلوع ہو جانا، دجال اور زمین کے چوپایہ کا نکلنا''۔ پھر آپ ﷺ نے آیۃ مذکورہ کی تلاوت فرمائی۔

یہ چھ سات مثالیں کافی ہیں ورنہ قرآن وسنت میں اس طرح کی ڈھیر ساری مثالیں موجود ہیں۔

تیسری قسم: مجمل کا بیان اور اس کی وضاحت ہو، مجمل کا مطلب ہے مراد واضح نہ ہو مراد کو سمجھنے کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت ہو جیسے صلاۃ وزکاۃ وصوم وحج وعمرہ کے مسائل، صلاۃ کی کیفیت کیا ہے اس کی تعداد ورکعات کتنی ہے؟ صلاۃ میں کب کیا پڑھنا ہے؟ صلاۃ کی شروعات اور اس کا اختتام کیسے ہو گا؟ صلاۃ میں کتنے رکوع کتنے سجود، کتنے تشہد ہیں؟ ان میں کیا پڑھنا ہے؟ صلاۃ جنازۃ وصلاۃ عیدین وغیرہ کی کیفیت کیا ہے؟ سونے چاندی، جانور وغلہ جات میں زکاۃ کا نصاب کیا ہے اور کتنا ادا کرنا ہے؟، روزہ کن کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے، حج وعمرہ میں طواف وسعی کیسے، کب، اور کتنی بار کرنا ہے؟ میدان عرفات کب اور کس تاریخ کو جانا ہے؟ اور کب تک رہنا ہے؟ مزدلفہ اور منی میں کون سی راتیں گزارنی ہیں؟، جمرات کی رمی کب، کتنی اور کن کن دنوں میں کرنی ہے؟ ان تمام مسائل کا تفصیلی بیان سنت میں ہے، قرآن حکیم میں یہ اور ان جیسے ان گنت مسائل کا کوئی تفصیلی ذکر نہیں ہے۔

واضح رہے کہ شریعت میں کوئی اجمال نہیں رہ گیا ہے، نصوص ودلائل میں اجمال ہو سکتا ہے لیکن ان دلائل اور نصوص کو مبین کی طرف لوٹانے کے بعد اجمال ختم ہو جاتا ہے، اسی لئے مجمل کو مبین کی طرف لوٹانا ضروری ہے لوٹانے کے بعد کوئی چیز شریعت میں مجمل باقی نہیں رہ جاتی۔

چوتھی قسم: مطلق حکم کی تقیید ہو، مطلق کا مطلب ہے جو حقیقت پر دلالت تو کرے لیکن اس کی کوئی قید اور انتہاء نہ ہو۔

اللہ کا ارشاد ہے ﴿**وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا جَزَاء بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ**﴾ (المائدة: ۳۸) یعنی: ''چوری کرنے والے مرد اور عورت ان دونوں نے جو جرم کیا اس کے بدلہ میں ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو اللہ کی طرف سے یہ سزا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے''۔

اس آیت سے یہ حقیقت تو معلوم ہوئی کہ چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹے جائیں گے لیکن ہاتھ کہاں سے کاٹے جائیں گے؟ قرآن کریم میں اس کی کوئی قید نہیں بیان کی گئی' اور لغت عرب میں ہاتھ کا اطلاق ہاتھ کی انگلیوں سے کندھے تک ہوتا ہے' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کریم میں ہاتھ کی کوئی قید نہیں بیان کی گئی اور لغت عرب میں ہاتھ کا اطلاق انگلیوں سے کندھے تک ہوتا ہے' تو ہاتھ کہاں سے کاٹے جائیں گے؟ صرف انگلیاں کاٹی جائیں گی' یا کلائی یا کہنی یا کندھے تک کاٹا جائے گا؟ اسکا جواب ہے کہ حدیث میں ہاتھ کی قید کردی گئی ہے' نبی رحمت ﷺ نے چور کا ہاتھ کلائی (گٹے) سے کاٹا اس لئے چور کے ہاتھ کلائی سے کاٹے جائیں گے۔اسی پر سلف امت کا اجماع ہے۔

دوسری مثال: اللہ کا ارشاد ہے ﴿فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ﴾ (المائدۃ:٦) یعنی: ''جب تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو اس مٹی سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو''۔

اس آیت میں تیمّم کے وقت چہرے اور ہاتھ پر مسح کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہاتھ پر کہاں تک مسح کریں گے قرآن میں اس کی تعیین نہیں کی گئی ہے' اور لغت عرب میں ہاتھ کا اطلاق انگلی سے کندھے تک ہوتا ہے' سوال یہ ہوتا ہے کہ اب ہاتھ پر کہاں تک مسح کریں گے؟ کیا صرف انگلیوں پر مسح کافی ہوگا؟ یا کہنی اور کندھے تک مسح کرنا پڑے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ کی تعیین نبی اکرم ﷺ کی حدیث سے ہوگئی ہے' نبی اکرم ﷺ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو تیمّم کا طریقہ سکھاتے ہوئے ان سے فرمایا ''**انما کان یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ ،ثم تمسح بھما و جھک و کفیک**''۔(بخاری ومسلم)

یعنی: ''تمہارے لئے یہی کافی تھا کہ تم دونوں ہتھیلیوں کو مٹی پر مارتے اور ان میں پھونکتے پھر اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرتے''۔

معلوم ہوا کہ تیمّم میں صرف ہتھیلیوں پر مسح کیا جائے گا' کف کا معنی ہتھیلی ہوتا ہے یہی نبی ﷺ کی سنت اور تعلیم ہے' یعنی صرف انگلیوں پر مسح کرنے سے انسان پاک نہیں ہوگا' اسی طرح کہنیوں یا کندھوں تک مسح کرنا یہ بھی خلاف سنت اور دین میں غلو ہے۔

تیمّم کا طریقہ یہی ہے کہ مٹی پر اپنی دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی حصہ سے ایک بار ماریں' اس میں پھونک ماریں پھر اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرلیں' اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ پہلے ہتھیلیوں پر مسح کرلیں اس کے بعد چہرے پر۔(دیکھئے صحیح بخاری وغیرہ)

تیسری مثال: جن عورتوں سے نکاح حرام ہے اس کے ضمن میں اللہ کا ارشاد ہے ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾ (النساء:٢٣) یعنی: ''تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے''۔مطلب ان سے بھی شادی کرنا حرام ہے۔

اس آیت میں دودھ پینے کے مسئلہ کو مطلق طور پر بیان کیا گیا ہے اس کو بچے کی عمر سے یا دودھ پینے کی تعداد سے مقید نہیں کیا گیا یہ نہیں کہا گیا کہ دودھ پیتے وقت بچے کی عمر اتنی ہو اور یہ بھی نہیں کہا گیا کہ اتنی بار پینے سے حرمت ثابت ہوگی' اللہ نے مطلق بیان کیا کہ تمہاری مائیں وہ ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو' نبی اکرم ﷺ نے حدیثوں میں قرآن کریم کے اس اطلاق کی تقیید کی ہے کہ سن رضاعت میں پانچ بار دودھ پینے ہی سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **انما الرضاعة من المجاعة** :(صحیح بخاری وصحیح مسلم) یعنی: ''رضاعت بھوک مٹانے سے ثابت ہوگی''۔

مطلب یہ ہے کہ جس مدت میں بچے کی بھوک مٹانے کا ذریعہ دودھ ہو اس مدت میں بچہ جب کسی عورت کا دودھ پئے گا تب حرمت ثابت ہوگی اور قرآن کی رو سے مدت رضاعت دو سال ہے۔

اور صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن میں دس رضعات کا حکم نازل ہوا تھا جن سے حرمت ثابت ہوتی تھی پھر یہ منسوخ ہوگیا اور پانچ مرتبہ دودھ پینے سے حرمت کا حکم نازل کردیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بچہ اگر پانچ مرتبہ سے کم کسی عورت کا دودھ پیتا ہے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی' اور پانچ مرتبہ پینے کا مطلب ہے کہ بچہ ایک دفعہ پستان منہ میں لے کر چوسے پھر اپنی مرضی سے چھوڑ دے اس طرح پانچ مرتبہ کرے۔

معلوم یہ ہوا کہ شریعت میں اس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے جو سن رضاعت میں ہو اور بچے نے کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پیا ہو' ایسی صورت میں وہ

عورت اس کی رضاعی ماں' اس کا شوہر اس کا رضاعی باپ اور یہ اس کا رضاعی بیٹا اور اس عورت کے بیٹے بیٹیاں اس کے رضاعی بھائی اور بہنیں شمار ہوں گی' یاد رہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ تمام رشتے رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

پانچویں قسم: عموم کی تخصیص ہو جیسے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ یعنی: ''تم پر مردار اور خون حرام کر دیئے گئے ہیں''۔

اس آیت میں ہر طرح کے مردار اور خون کو حرام قرار دیا گیا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے دو مردار اور دو خون کو اس آیت کے عموم سے مستثنی کر دیا ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے (أحلت لنا ميتتان ، ودمان ، فأما الميتتان فالحوت والجراد ، وأما الدمان فالكبد والطحال (مسند أحمد' صحیح الجامع برقم ۲۱۰)

یعنی: ''ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے گئے ہیں' رہے دو مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہے' اور رہے دو خون تو وہ کلیجی اور تلی ہے''۔

نوٹ: انہیں جانوروں کی کلیجی اور تلی حلال ہے جن کا کھانا حلال ہے' جو جانور حرام ہیں ان کی کوئی بھی چیز کھانا حلال نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّهِ الَّتِيَ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالْطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُواْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ الأعراف:۳۲)

یعنی: ''آپ ان سے پوچھئے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہے' اور قیامت کے دن تو خالص انہی کے لئے ہوں گی اسی طرح تمام آیات کو سمجھ دار قوم کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں''۔

اس آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کی زینت حلال ہے جبکہ ایسا نہیں ہے احادیث میں زینت کی بہت ساری چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے جیسے گوندنا گوندوانا' نقلی بال لگانا' حسن کے لئے دانتوں کے درمیان فاصلہ کروانا زینت کی یہ تمام چیزیں مرد و عورت دونوں پر حرام ہیں' زینت کی کچھ چیزیں ایسی ہیں جو صرف مردوں پر حرام ہیں جیسے ریشم' سونا' یا چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ کوئی اور زیور پہننا خواہ وہ چاندی ہی کا کیوں نہ ہو' اسی طرح مردوں پر عورتوں کا لباس' اور عورتوں پر مردوں کا لباس حرام ہے وغیرہ وغیرہ ۔

چھٹی قسم: قرآن کریم میں اس کا کوئی ذکر ہی نہ ہو اس کی بے شمار مثالیں ہیں' مثال کے طور پر قیامت سے پہلے آسمان سے عیسی علیہ السلام کا نزول' مشرق کے بجائے مغرب سے سورج کے نکلنے اور دجال کے خروج کی صراحت' مہدی علیہ السلام کا ظہور' معراج کی رات نبی اکرم ﷺ کا تمام انبیاء کرام کی امامت' آپ ﷺ کا جنت وجہنم کا دیدار کرنا' قبروں میں انبیاء کرام کا صلاۃ پڑھنا' مٹی کے ان کے اجسام کا نہ کھانا' دادی کی وراثت' زکاۃ الفطر' شفعہ اور عقیقہ کے مسائل' صلاۃ استسقاء' صلاۃ خسوف وکسوف' اسی طرح شیر' چیتا' بلی' کوا' چیل' گدھ' باز' گھریلو گدھا اور خچر حرام ہے یا حلال؟ بیوی کی بھانجی یا بھتیجی یا اس کی پھوپھی یا خالہ سے بیک وقت شادی حرام ہے یا حلال؟ قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہئے' کیا ہر جانور کی قربانی کر سکتے ہیں' دانتا ہو یا غیر دانتا' الغرض بے شمار احکام ومسائل ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے جب کہ امت مسلمہ کا ان تمام مسائل پر ایمان وعمل ہے لہذا دین کے ہر مسئلہ کا ذکر قرآن میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو وحی کی دوسری قسم سنت کی شکل میں دی ہے اس میں آ جانا کافی ہے' بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو اور اس کا معنی ومطلب سلف صالحین کے فہم کے موافق ہو۔

اللہ تعالی ہم سب کو منہج سلف پر استقامت عطا فرمائے۔

۳/شعبان ۱۴۴۶ھ/ موافق ۲/فروری ۲۰۲۵ن

الجبیل دعوہ سنٹر مملکت سعودی عرب
00966501847172